# قرآن کریم کے انسانوں سے خطابات

ڈاکٹر ساجد علی سبحانی*

خطاب یا نداء ایک ایسا اسلوب ہے جس سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔عربی زبان میں حروف نداء (Interjections) یا،أیا، ھیا،أیُ اور ہمزہ مفتوحہ ہیں۔قرآن کریم میں نداء کے لیے ان حروف میں سے صرف ''یا ''استعمال ہوئی ہے۔ قرآن کریم کے بعض خطابات انفرادی ہیں جن میں خطاب اور مضمون دونوں انفرادی ہیں جیسے ''یا آدم ،یا ابراھیم ،یا ایھا المزمل'' وغیرہ اور بعض خطابات اجتماعی ہیں، یہ دوطرح کے ہیں ایک وہ خطابات جن میں ایک خاص انسانی گروہ کو کسی وصف کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ جیسے ''یا ایھا الذین امنو،یا ایھاالرسل،یابنی اسرائیل اور یا اھل کتاب'' دوسرے تمام بنی آدم کے لیے عمومی خطابات کے مضامین کی ضرورت واہمیت،مثال کے طور پر یا ''یابنی آدم ،یا ایھا الناس'' وغیرہ۔ مقالہ ہذامیں ایسے خطابات ان عمومی مضامین میں سے جو اس مقالہ میں زیر بحث لائے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) خلقت میں برابری (۲) عبادت پروردگار
(۳) پیغام تقویٰ (۴) نبوت ورسالت پر ایمان
(۵) روز قیامت کی یاد دہانی (۶) رزق اور تمام نعمتیں عطیہ خداوندی
(۷) شیطان انسان کا کھلا دشمن (۸) انسان کو صرف حلال وطیب کھانے کا حکم
(۹) زندگی حیات کا نکتہ اختتام رب کائنات (۱۰) زندگی میں میانہ روی کی پابندی
(۱۱) قرآن کریم کا نزول پوری انسانیت کے لیے (۱۲) خالق کی نگاہ میں انسان کے لیے لباس کا فلسفہ
(۱۳) انسان اپنے رب کی نسبت دھوکے میں نہ پڑے
(۱۴) اللہ تعالیٰ غنی (بے نیاز) علی الاطلاق اور انسان ہر مرحلہ میں اس کا محتاج

درج بالا قرآنی اصولوں کی انسانی معاشرے کے لیے اہمیت وافادیت ویسے تو ہر دور میں مسلم رہی ہے مگر آج انسانی معاشرہ جن مشکلات سے دُچار ہے اگران اصولوں کو اپنا یا جائے تواُن تمام مشکلات کاازالہ ہو سکتا ہے۔عصر حاضر میں انسانی سوسائٹی جن مشکلات سے دُچار ہے ان میں سے اہم یہ ہیں:

(۱) انسان کی اپنے رب سے غفلت (۲) طبقاتی تقسیم اور قومی ولسانی امتیازات
(۳) حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غفلت (۴) شیطان پرستی
(۵) وحی الٰہی کی پیروی نہ کرنا (۶) عدل وانصاف پر مبنی اقتصادی نظام کانہ ہونا
(۷) انسان کا اپنی اصلیت وحقیقت کی طرف متوجہ نہ ہونا (۸) زندگی کے کاموں میں افراط وتفریط
(۹) مقصد تخلیق کے بارے انسان کی غلط فہمی (۱۰) غلط نظریہ حیات اور روز قیامت سے غفلت

درج بالاقرآنی اصولوں کو دل وجان سے تسلیم کرنے اور معاشرے میں ان کو عملی کرنے سے مذکورہ مشکلات پر یقینا قابو پایا جاسکتا ہے۔

---

*۔ محقق، موئف، استاد، جامعۃ الرضا، اسلام آباد

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو مختلف اغراض واہداف کے تحت مختلف اسالیب کے ساتھ مخاطب قرار دیا ہے۔اس قسم کے خطابات بعض توانفرادی ہیں، جن میں خطاب اور مضمون دونوں انفرادی ہیں۔ جیسے " یاآدم ،یانوح ،یاابراھیم ،یاموسیٰ ،یاعیسی بن مریم ،یأیھاالنبیؐ" یہ اسلوب قرآن کریم میں ۱۳ مرتبہ آیا ہے ۔اسی طرح سے "یا یھاٗ الرسول" کاخطاب بھی انفرادی ہے جو کہ قرآن مجید میں ۲مرتبہ آیا ہے۔"یأایّھا المزّمل ،یأایّھا المدثر" کے خطابات بھی اسی قبیل سے سے ہیں ، لیکن قرآن کے بعض خطابات اجتماعی ہیں، یہ خطابات دو طرح کے ہیں:

ا۔ایسے خطابات جن میں ایک خاص انسانی گروہ کو کسی وصف کے ساتھ مخاطب قرار دیا گیا ہے، جیسے "یایّھاُ الرسّل" کاخطاب جوکہ قرآن کریم میں ایک بار آیا ہے۔اسی طرح صاحبان ایمان کو "یأیھاالّذین آمنوا" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔یہ اسلوب خطاب قرآن کریم میں ۸۹ مرتبہ آیا ہے۔اسی طرح کفار کو "یا یھا الذین کفروا" کے خطاب سے پکارا گیا ہے۔یہ خطاب قرآن کریم میں ایک مرتبہ آیا ہے اور کفار کو قرآن کریم میں "یا یھا الکافرون" سے بھی خطاب کیا گیا ہے، یہ بھی ایک مرتبہ آیا ہے۔قرآن کریم میں بعض مقامات پر ایک امت کو بھی مخاطب قرار دیا گیا ہے جسے " یابنی اسرائیل" یہ اسلوب نداء قرآن مجید میں ۶مرتبہ آیا ہے۔اس طرح اہل کتاب کو" یااھل الکتاب" سے خطاب کیا گیا ہے۔

۲۔بعض خطابات Public Addreses یعنی؛ عمومی خطابات ہیں۔ جن میں انسان کے کسی خاص فرد یا جماعت کومد نظر نہیں رکھا گیا بلکہ انسان کو Collectivly پکارا گیا ہے۔اس اسلوب خطاب میں جو مضامین بیان کیے گئے ہیں، وہ عمومی ہیں۔ ان کا تعلق کسی خاص فرد یا خاص قبیلہ یا خاص جماعت سے نہیں ہے بلکہ ان کی ضرورت اور اہمیت و افادیت تمام بنی آدم کے لیے ہے۔اس قسم کے خطابات میں ایک" یا بنی آدم" کااسلوب ہے جو کہ ۵ مرتبہ آیا ہے دوسرا خطاب "یاایھا الانسان"کاخطاب ہے جو۲ مرتبہ آیا ہے، اور تیسرا خطاب" یاایھا الناس" کا ہے جو۲۱ مرتبہ آیا ہے۔ پہلے ضروری ہے کہ ان تین کلمات کی لغوی وضاحت کی جائے یعنی:"بنی آدم" ، "الانسان" "الناس"۔

## ا۔بنی آدم

جہاں تک بنی آدم کے کلمہ کا تعلق ہے تواس کے معنی "آدم کی اولاد" کے ہیں، "بنی"کا لفظ "ابن" کی جمع ہے یہ اصل میں "بنین "تھا، عربی گرائمر کے مطابق اضافت کی وجہ سے نون جمع کو گراد یا گیا۔آدمؑ " ابوالبشر" کااسم گرامی ہے۔ تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں ،اسی لیے ہر انسان کوآدمی بھی کہا جاتا ہے اوراس لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔

لفظ آدم قرآن مجید میں ۲۰ مرتبہ آیا ہے۔یہ اسم عَلَم،اعجمی(none Arabic) ہے جیسے آذر، غیر منصرف ہے اور اسباب منع صرف میں سے علمیت اور عجمہ دواسباب اس میں پائے جاتے ہیں، لیکن بعض ماہرین لسانیات نے اسے مشتق قرار دیا ہے پھراس کے "مشتق منہ" میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔اس سلسلہ میں درج ذیل نظریات بیان کیے گئے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ "اَدیم الارض" سے مشتق ہے جس کے معنی روئے زمین کی مٹی کے ہیں، حضرت آدمؑ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ ان کے جسم کو بھی اَدیم الارض یعنی روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ "اُدمۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی گندمی رنگ کے ہیں ۔یہ نام آپ کواس لیے دیا گیا ہے کہ آپ گندمی رنگ کے تھے۔بعض نے کہا ہے کہ آدم، " ادام" سے مشتق ہے جس کے معنی ہراس چیز کے ہیں جس سے طعام لذیذ اور خوشگوار ہو۔ حضرت آدمؑ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونک دی اور پھر اسے شہوت اور غضب کے ساتھ عقل و فہم دے کر احسن تقویم میں پیدا کیا اوراس کے سر پر تاج کرامت رکھا۔اب کائنات کی لذت اور خوش گواری وجود انسان کی برکت سے ہے۔

(الراغب الاصفہانی ، معجم مفردات الفاظ القرآن، دار الفکر بیروت ، لبنان)

ارشاد الٰہی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔(بنی اسرائیل ۷۰)

یعنی: ’’(یہ تو ہماری عنایت ہے) کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔‘‘

لفظ آدم کے اشتقاق کے بارے میں ان تمام نظریات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر لفظ آدم کو عربی کلمہ اور مشتق مانا جائے تو پھر علمیت کے علاوہ اسباب منع صرف میں سے وہ کونسا سبب ہے جس کی بناپر یہ کلمہ غیر منصرف ہے۔

**۲۔الانسان:**

یہ لفظ ہر فرد بشر پر بولا جاتا ہے۔اس کی جمع ’’أناسی ‘‘ ہے۔بعض اوقات قرینہ کی وجہ سے یہ لفظ تمام افراد بشر پر بھی دلالت کرتا ہے۔لفظ انسان، مرد اور عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، عورت کو بھی انسان کہا جاتا ہے ’’انسانۃ‘‘ نہیں۔لفظ ’’ الانسان ‘‘ قرآن کریم میں ۵۶ مرتبہ آیا ہے اور انسان بغیر الف ولام کے ایک مرتبہ آیا ہے۔(ابن منظور لسان العرب، ج۱، ص ۱۱۲۔ ۱۱۴، دار لسان العرب، بیروت، لبنان)

لفظ انسان کے اشتقاق اور معنی کے بارے میں مشہور لغوی ابن منظور نے دو نظریات ذکر کیے ہیں: الف:انسان مادہ ’’نسی‘‘ (ن س ی) سے ہے۔ یہ دراصل اِنْسِیَانَ ،بروزن اِفْعِلان تھا۔چونکہ اس کی تصغیر میں عربوں نے اُنَیْسِیَان کہا ہے اور صرفی قواعد کی رو سے کسی کلمہ کی تصغیر عام طور سے اس کی اصلیت کو بتاتی ہے لہٰذا جب تصغیر میں یاء موجود ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے مادہ اصلیہ میں بھی ’یائ‘ موجود تھی، لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے ’ی‘ گر گئی ہے۔

حبرُالاُمۃ صحابی رسولؐ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انسان کو انسان اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اپنے عہد کو بھول گیا تھا۔

ب: لفظ انسان مادہ انس (اَ،ن، س) بروزن فِعلان ہے۔

انس مانوس ہونے کے معنی میں ہے،انسان کو انسان اس لیے کیا گیا ہے کہ اسے جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔

**۳۔الناس:**

قرآن کریم میں الناس کا لفظ بھی بہت کثرت سے آیا ہے۔جس کے معنی ThePeople اور The masses کے ہیں۔قرآن کریم کا اختتام بھی الناس پر ہوا ہے۔قرآن مجید میں اُن مضامین میں ، لفظ الناس آیا ہے جن کا تعلق پوری انسانیت سے ہے۔مثال کے طور پر تمام آسمانی کتابیں بنی نوع انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ۔ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۔(ال عمران، ۴، ۳)

یعنی :’’اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے نیز حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب (قرآن مجید) کو نازل کیا۔‘‘

اسی طرح نزول قرآن کا مقصد بیان کرنے کے لیے ارشاد الٰہی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ (البقرہ/۱۸۵)

یعنی:’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں ’’النّاس‘‘ کالفظ ’’انسان‘‘ کے لفظ سے ’’اسم جمع‘‘ (collective non) ہے۔اس کا معنی ’’ جماعۃ الناس ‘‘ یعنی ایک انسانی گروہ ہے۔اس کی اصلیت کے بارے ابوالھثیم سے منقول ہے کہ یہ اُناس تھا، حرف تعریف (اَلْ) آنے کے بعد الاُناس بنا۔کثرت استعمال کی

وجہ سے ہمزہ کو گرادیا گیا اور لام کو نون میں ادغام کیا گیاتو الناس بنا یا اور ''اَلْ''حروف تعریف ہیں اس لیے ان دونوں کے درمیان یا (أيّها، أيتها) کو فاصل قرار دیا جاتا ہے۔ (لسان العرب، ج۱، ص ۱۱۲)

عربی زبان میں حروف نداء (Interjections) یا، أیا، ھیا، ای، ہمزہ مفتوحہ ہیں۔ قرآن مجید میں نداء کے لیے ان حروف میں سے صرف'' یا '' استعمال ہوئی ہے۔ اگر منادی، الف لام کے ذریعے معرفہ ہو تو منادی مذکر سے پہلے (ایُّھا) اور منادی مونث سے پہلے (ایتھا) لایا جاتا ہے اور اس قاعدے کے مطابق ''یاایھاالناس'' پڑھا جاتا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے: اے لوگو، (یاایھاالناس) کی نحوی ترکیب اس طرح ہے کہ ''یا ''حرف ندا، (ای) منادی نکرہ (مقصودہ مبنی علی الضم) یہ محل نصب میں ہے۔ ''الناس'' ایّ کا بدل ہے ''ھا''حرف تنبیہ زائد ہے، یہ لازم ہے اس سے جُدا نہیں ہوتی ہے۔

(محی الدین الدرویش، اعراب القرآن۔ ج۱، ص ۵۳، دار ابن کیثر، بیروت، لبنان)

ان الفاظ کی وضاحت کے بعد اب ہم ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جو عمومی خطابات اور عمومی مضامین پر مشتمل ہیں:

## خلقت میں برابری

قرآن مجید کے عمومی خطابات میں ایک مضمون یہ ہے کہ تمام انسان خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے لہٰذا تمام بنی نوع انسان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ---

یعنی: ''لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا '' (النساء۱)

اسی طرح ارشاد الٰہی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

یعنی: ''ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقینا اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (الحجرات، ۱۳)

خلقت میں برابری کا قرآنی نظریہ طبقاتی تقسیم اور نسلی ولسانی امتیازات کی نفی کرتا ہے اور تمام انسانوں کے لیے برابر حقوق ثابت کرتا ہے۔

## عبادت پروردگار

خلقت انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عبادت و بندگی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔

یعنی: ''میں نے جن اور انس کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔'' (الذاریات، ۵۶)

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم آیا ہے، اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب قرار دے کر ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

یعنی: ''لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے۔'' (البقرہ، ۲۱)

## پیغامِ تقویٰ

تقویٰ، یعنی: اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب سے ڈرنا بھی ایک عظیم صفت ہے۔قرآن مجید ہیں مختلف اسالیب کے ساتھ انسان کو تقویٰ کی اہمیت و ضرورت اور اس کے ثمرات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔آج اگر انسانی معاشرے میں لوگوں کے دلوں میں خوف خدا کا جذبہ پیدا ہو جائے تو معاشرہ کو درپیش تمام مشکلات کا ازالہ ہو جائے۔یہی وجہ ہے کہ انسانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ صالح انسانی معاشرہ تشکیل پائے۔ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔۔۔۔

یعنی:"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا"(النساء،۱)

قرآنی نکتہ نظر سے تقویٰ کی اس قدر اہمیت ہے کہ ارکانِ اسلام کا فلسفہ تشریع تقویٰ کو کہا گیا ہے۔

## نبوت ورسالت پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلق کرنے کے ساتھ اس کی ہدایت و راہنمائی کا انتظام بھی کیا ہے۔اس مقصد کے لیے ایک تو اسے قوت عقل سے نوازا ،جس سے وہ خوب وبد کی تشخیص کر سکتا ہے،دوسرا یہ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پر مشتمل نبوت کا ایک سلسلہ قائم کیا۔اگر عقل حجت باطنی ہے تو رسول حجت ظاہری ہے اس ضمن میں ارشاد قدوسی ہے:

رُسُلاً مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔

یعنی:"یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔"(النساء ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبوت عامہ (بعثت انبیاء ﷺ)اور نبوت خاصہ (بعثت خاتم الانبیا ﷺ) انسان پر ایک عظیم امتنان واحسان ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات کریمہ کو ملاحظہ کریں۔

۱۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا

یعنی:"لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔"(النساء،۱۷۴)

۲۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ۔

یعنی:"لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے حق لے کر رسول آگیا ہے لہٰذا اس پر ایمان لے آؤ جس میں تمہارا فائدہ ہے۔"(النسآء،۱۷۰)

۳۔قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُم۔۔(یونس/ ۱۰۸)

یعنی:"لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے"

۴۔ يَابَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ ۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (الاعراف، ۳۶،۳۵)

یعنی:"اے بنی آدم! یاد رکھو اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویہ کی اصلاح کرے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے، وہی اہل دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

۵۔قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (الاعراف، ۱۵۸)

یعنی: ''اے محمد کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔''

٦۔قُلْ یَاأَیُّھَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِین۔ (الحج،۴۹)

یعنی: ''اے محمد کہہ دو! کہ لوگو میں تمہارے لیے صرف وہ شخص ہوں جو (بر اوقت آنے سے پہلے) صاف صاف خبر کر دینے والا ہو۔''

## نزول قرآن پوری انسانیت کے لیے

قرآن کریم کے نزول کا تعلق بنی نوع انسان سے ہے۔ کسی خاص فرد یا خاص امت سے نہیں۔البتہ ہر فرد اور ہر امت اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق اس سر چشمۂ ہدایت سے فیض یاب ہوتی ہے۔لہٰذا جہاں ایک طرف ارشاد فرمایا کہ

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِلنَّاسِ۔ (البقرہ، ۱۸۵)

وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیهِ ھُدًی لِلْمُتَّقِینَ۔ (البقرہ، ۲)

یعنی: ''یہ (اللہ) کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے۔''

نزول قرآن پوری انسانیت کے لیے موعظہ اور نسخہ کیمیا ہے۔ارشاد قدوسی ہے:

یَاأَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْکُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُورِ۔

یعنی: ''لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے۔'' (یونس، ۵۷)

## روز قیامت کی یاد دہانی

ہر صاحب فکر انسان کے ذہن میں ایک بنیادی سوال یہ اُبھرتا ہے کہ اس کی زندگی کا انجام کیا ہوگا مرنے کے بعد کیا پیش آئے گا،اس بھری ہوئی کائنات کا انجام کیا ہوگا۔ قرآن مجید نے اس سوال کا بہت واضح جواب کئی مقامات پر دیا ہے کہ انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا، بلکہ اسے ایک دوسری زندگی عطا کی جاتی ہے جو حیات اخروی کہلاتی ہے۔ یہ زندگی قبر و برزخ سے شروع ہو کر روز قیامت سے متصل ہو گی۔ قیامت کے دن اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور انسان اپنے ہر عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ قرآن مجید نے معاد کی کچھ تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ تعلیمات قرآن کے مطابق ہر انسان کو کبھی اس دن سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔اسے ہر لحظہ موت اور آخرت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ارشاد الٰہی ہے:

یَاأَیُّھَا النَّاسُ إِنْ کُنتُمْ فِی رَیْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ تُرَابٍ۔ (الحج،۵)

یعنی: ''لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

یَاأَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیمٌ۔ (الحج، ۱)

یعنی: ''لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو یہ حقیقت ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔''

روز قیامت سوائے اپنے عمل کے انسان کو دنیا کی کوئی چیز یہاں تک کہ اولاد بھی کام نہیں آئے گی،اس بارے میں ارشاد فرمایا:

یَاأَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لاَ یَجْزِی وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلاَ مَوْلُودٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَیْئًا إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلاَ تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا وَلاَ یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ۔ (لقمان، ۳۳)

یعنی: ''لوگو! بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا،فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ کے معاملے میں دھوکہ دینے پائے۔''

روز قیامت انسان کو اس کے ہر عمل سے آگاہ کیا جائے گا ارشاد الٰہی ہے۔

ِ ّيَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (یونس، ۲۳)

یعنی: ''لوگو! تمہاری یہ بغاوت اُلٹی تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے، پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔''

## رزق اور تمام نعمتیں عطیہ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار مادی اور معنوی نعمتوں سے نوازا ہے، ارشاد قدوسی ہے:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا۔ (النحل/۱۸)

یعنی: ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنناہ چاہو تو گن نہیں سکتے۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر انسان، افراد اور اُمتوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور اس بات کی یاد دہانی کرائی ہے کہ انسان کو ان نعمات خداوندی کی قدر کرنی چاہیے، کفران نعمت نہیں کرنا چاہیے۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر نعمت سے اس کی رضا ومنشاء کے مطابق فائدہ اٹھانا چاہیے۔ نعمات خداوندی کے حوالے سے یہ پیغام بھی پوری انسانیت کو دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ۔

یعنی: ''لوگو! تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ آخر تم کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو۔'' (الفاطر، ۳)

## اللہ تعالیٰ غنّی اور انسان اس کا محتاج

اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور انسان ممکن الوجود ہے۔ ممکن کی ماہیت میں واجب الوجود کی طرف فقر واحتیاج ہے، بلکہ ممکن عین فقر ہے۔ وجود اور لوازم وجود تمام میں وہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، ایک لمحہ کے لیے بھی وہ زندہ نہیں رہ سکتا اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، اس کی ہستی کسی کی عطا کردہ نہیں ہے، وہ انسان بلکہ پوری کائنات سے بے نیاز ہے، غنّی مطلق کا مصداق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تعلیمات قرآن کے مطابق ہر انسان کو اپنی اصلیت وحقیقت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے تاکہ وہ غلط فہمی میں نہ رہے اور یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ خدا کی خدائی اس کی وجہ سے چل رہی ہے یا اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں اس کی خدائی اس وقت بھی قائم تھی جب انسان کا نام ونشان نہ تھا اور اگر انسان عبادت پروردگار بجالاتا ہے تو اس کا فائدہ خود انسان کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے نہیں، اس ضمن میں ارشاد قدوسی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۔ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ۔ (الفاطر ۱۵، ۱۶)

یعنی: ''لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی وحمید ہے وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔''

اسی طرح ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ (الاخلاص، ۲،۱)

یعنی: ''کہو وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے۔''

## شیطان، انسان کا کھلا دشمن

جب ابلیس نے تکبر کے نتیجہ میں حکم الٰہی کی مخالفت کی اور حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرشتوں کی صف سے نکل جانے کا حکم دیا اور اُسے رجیم (پھینکا ہوا، ذلیل وخوار) قرار دیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی کہ اسے انسانوں کو گمراہ کرنے کا

موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور مہلت دے دی۔ ابلیس نے عزت پروردگار کی قسم کھا کر سوائے اس کے مخلص بندوں کے تمام انسانوں کو گمراہ کرنے کی خبر دی، جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا اٹل فیصلہ سنا کر فرمایا کہ
میں جہنم کو تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے بھر دوں گا (سورہ ص، ۸۲)
اس پورے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان روز اول سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ارشاد قدوسی ہے:
أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا۟ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ۔ (سورہ یٰسٓ، ۶۱، ۶۰)
یعنی: ”اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“
یہ تو انسان پر اللہ کا کرم ہے کہ اس نے انسان کو اس کے دشمن کی پہچان کرائی ورنہ اسے کیونکر معلوم ہوتا کہ شیطان اس کا دشمن ہے اور سمجھ دار انسان کبھی دشمن کے فریب میں نہیں آتا، بلکہ وہ ہمیشہ اس کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے، سمجھ دار انسان کبھی دشمن کو اپنے گھر نہیں بلاتا اور نہ ہی وہ دشمن کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اسے یا اس کی اولاد کو نقصان پہنچائے۔
یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے جب انسان اپنے خالق کے فرمان پر یقین کرلے کہ شیطان اس کا یقینا دشمن اور کھلا دشمن ہے، اس حقیقت کی طرف قرآن مجید میں انسان کو متعدد آیات کریمہ میں متوجہ کیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ قرآن مجید میں ایک مضمون کا تکرار سے آنا اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ خالق کائنات کا یہ پیغام بھی بلا تفریق مذہب و دین تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ اس لیے یہاں بھی عمومی خطاب کا اسلوب اختیار کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۔ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ ۱۶۹، ۱۶۸)
یعنی: ”لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے، تمہیں بدی اور فحش کاموں کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں۔“

## انسان کو صرف حلال طیّب کھانے کا حکم

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کہ انسان اور کائنات کی تمام اشیا کا خالق ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ انسان کے لیے کیا مفید ہے اور کیا مضر۔ اسی بنیاد پر اس نے بعض چیزوں کو انسان کے لیے حرام اور بعض کو حلال قرار دیا ہے، اعیان خارجیہ (External Substances) کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسانی سوسائٹی کے لئے سودی نظام معیشت کو بھی حرام اور نقصان دہ قرار دیا ہے۔ اس وقت امریکہ اور مغربی ممالک میں اٹھنے والی وال اسٹریٹ کی تحریک اس قانون الٰہی کی سچائی کی واضح دلیل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں انسان کو حلال اور پاکیزہ اشیاء کھانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔ (البقرہ/۱۶۸)
یعنی: ”لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال اور پاکیزہ ہیں انہیں کھاؤ“
علامہ طباطبائیؒ اس یت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیت میں اُکل صرف کھانے پینے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں ہر قسم کا تصرف (disposal) شامل ہے لہٰذا اُکل کے معنی میں وسعت ہے کہ ہر وہ تصرف جس کا اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا ہے وہ حرام ہے، اس سے اجتناب لازم ہے صرف وہی تصرف حلال ہے جس کی قانون الٰہی نے اجازت دی ہے۔
(علامہ طباطبائیؒ؛ تفسیر المیزان ج۱، ص ۴۲۵ دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران)

## خالق کی نگاہ میں انسان کے لیے لباس کا فلسفہ

لباس کے معاملہ میں انسان شروع سے غلط فہمی میں رہا ہے اور یہ آج بھی برقرار ہے، لباس کے دراصل تین مقاصد ہیں۔ایک زینت دوسرا جسم کو سردی گرمی کے اثرات سے محفوظ رکھنا تیسرا جسم کے قابلِ شرم حصوں کی پردہ پوشی۔ (ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن ،ج۲،ص۱۹، ناشر: ترجمان القرآن لاہور)

نزولِ قرآن سے پہلے زمانہ جاہلیت کے لوگ لباس کو صرف پہلے دو مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے، تیسرے مقصد یعنی؛ پردہ پوشی کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ خانہ کعبہ کا برہنہ طواف بھی عبادت سمجھتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے نظریہ لباس کو یکسر بدل دیا ، تعلیمات الٰھیہ کے مطابق انسان کے لیے لباس کا فلسفہ صرف زینت اور حفاظت جسم نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ حصول تقویٰ بھی ہے۔

ارشاالٰہی ہے:

یَابَنِی آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُوَارِی سَوْآتِکُمْ وَرِیشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَی ذَلِکَ خَیْرٌ ذَلِکَ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُونَ۔ (الاعراف،۲۶)

یعنی: ”اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔“

## زندگی میں میانہ روی کی پابندی

قانون الٰہی انسان کو دنیوی چیزوں سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کرتا بلکہ وہ جس قدر چاہے کھائے پیئے۔ہاں! حکم الٰہی یہ ضرور ہے کہ انسان کھانے پینے بلکہ ہر کام میں میانہ روی کی پابندی کرے، مقررہ حدود سے تجاوز نہ کرے۔ تعلیمات اسلام میں اعتدال اور میانہ روی کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

ارشادربانی ہے:

یَابَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَکُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِینَ۔ (الاعراف،۳۱)

یعنی: ”اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

## انسان دھوکے میں نہ پڑے

ہر انسان کوشش کرتا ہے کہ وہ کسی کے دھوکے میں نہ آئے تاکہ کہیں ناقابل تلافی نقصان سے دوچار نہ ہو جائے۔ رب کائنات بڑا کریم ہے اس کے کرم کا کوئی اندازہ نہیں۔لہٰذا انسان اس دھوکے میں نہ رہے کہ اس کا رب کریم ہے وہ جو چاہے کر گزرے کچھ نہیں ہوگا۔ہرگز نہیں انسان غلط فہمی میں ہے اس کا رب اگر کریم ورحیم ہے تو قہار وجبار بھی ہے۔ دراصل انسان جب روز قیامت کو جھٹلاتا ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا رویہ یوں ہوتا ہے۔ارشادربانی ہے:

یَا أَیُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیمِ۔ الَّذِی خَلَقَکَ فَسَوَّاکَ فَعَدَلَکَ۔ فِی أَیِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَکَّبَکَ۔ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُونَ بِالدِّینِ۔

یعنی: ”اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نِک سُک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ جزاوسزا کو جھٹلاتے ہو۔“ (الانفطار،۶، ۹)

## انسان اپنے رب کی طرف

ایک غلط فہمی انسان کو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ جتنی توانائی خرچ کر رہا ہے وہ اسی دنیا تک محدود ہے اس کے سوا کچھ نہیں،اللہ نے قرآن مجید میں انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ انسان اپنے نامہ اعمال کے ہمراہ اپنے رب کے حضور ضرور حاضر ہوگا اور دنیا میں جو سخت

کوشش کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے یہ دراصل سفر کرتا ہوا ایک راستہ طے کر رہا ہے اور اس سفر کا رخ رب کی طرف ہے اور اُسے وہیں پہنچنا ہے۔لہٰذا سوچ سمجھ کر زندگی گزارے اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ۔فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ۔فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا۔وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا۔

یعنی:"اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے اور اُس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامہ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اُس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔رہا وہ شخص جس کا نامہ اعمال اس کے پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔" (الانشقاق ۶ ، ۱۲ )

منابع


(۱) آیات کے اعداد وارقام:"المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم محمد فواد عبد الباقی"

(۲) آیات کا ترجمہ جناب مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن سے لیا گیا ہے۔

(۳) ابن منظور لسان العرب، ج۱، ص ۱۱۲۔ ۱۱۴، دار لسان العرب، بیروت، لبنان

(۴) الراغب الاصفہانی، مجمع مفردات الفاظ القرآن، دار الفکر بیروت، لبنان

(۵) سوفٹ ویر، جامع نور تفاسیر الشیعہ، نور الانوار ۳، مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی، قم، ایران

(۶) علامہ طباطبائیؒ؛ تفسیر المیزان ج۱، ص ۴۲۵ دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران


☆☆☆☆☆

پوری امت اسلامیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔اس سلسلے میں شیعہ امامیہ کے نزدیک آپؐ کے بعد سلسلہ امامت کا جاری ہونا، ختم نبوت کی محکم دلیل ہے۔ چونکہ پیغمبر اسلام ﷺ جس طرح نبوت ورسالت کے الٰہی منصب پر فائز تھے، اسی طرح امامت وولایت کے عہدے پر بھی فائز تھے۔ منصب رسالت ونبوت کی اہم ذمہ داری وحی الٰہی کے ذریعے شریعت اسلامیہ کو دریافت کرکے اُمت تک پہنچانا تھا تو منصب امامت وولایت کے ذمہ اسی شریعت الٰہی کی حفاظت، تبیین اور نفاذ تھا۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ کے بعد رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے اور یہی شریعت محمدیہ تا قیام قیامت انسانوں کی فلاح وسعادت کے لئے کافی ہے۔

لیکن اس شریعت محمدیہ کی حفاظت، اس کی توضیح وتشریح اور نفاذ کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے، لہٰذا امامت وولایت کا سلسلہ بھی تا قیامت جاری ہے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت ورسالت کی قوی ترین دلیل ہے جس پر شیعہ امامیہ اثناعشریہ قائم ہیں۔ لہٰذا شیعہ علماء کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ چناچہ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء "عنوان النبوّۃ" کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

"ویعتقد الامامیة ان کل من اعتقد او ادعی نبوّة بعد محمد ﷺ او نزول وحی او کتاب فهو کافر یجب قتله"

یعنی: "شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت یا نزول وحی کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے"(1)

اسی طرح مرحوم شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں:

"شریعۃ محمد ﷺ لا تنسخ الیٰ یوم القیامۃ و لا نبی بعدہ الیٰ یوم القیامۃ فمن ادعیٰ بعد نبیّنا او اتی بعد القرآن بکتاب فدمہ مباح لکل من سمع ذلك منہ"

یعنی: "محمد ﷺ کی شریعت قیامت کے دن تک منسوخ نہیں ہوگی۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو کوئی ہمارے نبیؐ کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے یا قرآن کے بعد کوئی کتاب لائے تو اس کا خون ہر اس شخص پر مباح ہے جو اس سے یہ دعویٰ سنے" (2)

اس حوالے سے علامہ طبرسیؒ نے حضرت علیؑ کا طویل احتجاجی خطبہ نقل کیا ہے، جس میں آپؑ نے ختم نبوّت کے متعلق ارشاد فرمایا:

"اما رسول ﷺ لیس بعدہ نبی ولا رسول ختم برسول اللّٰہ الانبیاء الیٰ یوم القیامۃ وجعلنا من بعد محمد خلفاء فی ارضہ۔۔۔۔۔"

یعنی: "رسول اللہ ختم النبیین ﷺ ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول۔ قیامت تک کے لیے رسول اللہ ﷺ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اور ہمیں اللہ نے محمد ﷺ کے بعد اپنی زمین میں خلفاء بنایا ہے۔ (3)

شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ فرماتے ہیں:

"۔۔۔ الرب عزّو جلّ احد و الرسول محمد خاتم النبیین ﷺ واحد و الشریعۃ واحدۃ و حلال محمد حلال و حرامہ حرام الیٰ یوم القیامہ"

یعنی: "ہمارا پروردگار بزرگ و برتر ایک ہے اور ہمارے رسول حضرت محمد خاتم النبیینؐ ایک ہیں، ہماری شریعت ایک ہے اور قیامت کے دن تک حضرت محمد ﷺ کا حلال کیا ہوا حلال ہے اور آپؐ کا حرام کیا ہوا حرام ہے"۔ (4)

نیز حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"لقد ختم اللّٰہ بکتابکم الکتاب و ختم بنبیّکم الانبیاء" (5)

یعنی: "بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتاب (قرآن مجید) پر (آسمانی) کتابیں ختم کر دیں اور تمہارے نبی ﷺ پر انبیاء کرام کو ختم کر دیا ہے۔" (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

"مبلغ علمنا علی ثلاثۃ وجوہ ماض و غابر و حادث فامّا الماضی فمفسر و امّا الغابر فمزبور و اما الحادث فقذف فی القلوب و نقر فی السماع و ھو افضل علمنا و لا نبی بعد نبیّنا"

یعنی: "ہمارا علم تین طرف سے پہنچتا ہے: گذشتہ، آئندہ اور جو حادث ہوتا ہے۔ گذشتہ علم ہمارے لئے تفسیر کیا گیا ہے اور آئندہ کا علم لکھا جا چکا ہے اور جو حادث ہوتا ہے، وہ کبھی تو دل میں آتا ہے اور کبھی کانوں کے ذریعے اور یہی ہمارا بہترین علم ہے؛ جبکہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ (6) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

ایوب بن حر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ان اللّٰہ عزّ ذکرہ ختم بنبیّکم النبیّین فلا نبیّ بعدہ ابدا و ختم بکتابکم الکتب فلا کتاب بعدہ ابدا و انزل فیہ تبیان کل شئی وخلقکم وخلق السماوات والارض ونبا ماقبلکم فصل ما بینکم و خبر ما بعدکم و امر الجنۃ و النار و ما انتم صائرون الیہ"

"بتحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے ذریعے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا پس اس کے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہاری کتاب (قرآن) کے ساتھ آسمانی کتابوں کا سلسلہ ختم کر دیا اور اس کے بعد ہرگز کوئی آسمانی نہیں اور اس میں ہر چیز کا صحیح اور کامل بیان نازل کیا اور

تمہاری خلقت اور زمین وآسمانوں کی خلقت اور تم سے پہلے کے واقعات کی خبر اور تمہارے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو ختم کرنے کا وسیلہ ہے اور تمہارے بعد بہشت ودوزخ اور تمہارے انجام کی خبریں ہیں"۔(7) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں نبی مکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو نبوت کا دعوی کریگا وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔اس لئے تمام امت اسلامیّہ کے مقتدر علما نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔عراق کے شیعہ و سنی علماء و فقہاء نے مرزائیوں کے بارے میں کفر کا فتویٰ دیا تھا جو "الفتوی المتفقة من علماء الشیعة و اهل السنة من عراق بتکفیر القادیانی" کے نام سے مبطع دارالسلام بغداد سے عربی میں شائع ہوا۔ بعد ازآں، عراق کے معروف عربی روزنامہ "الیقین" میں شائع ہو کر کثیر تعداد میں تقسیم ہوا۔ بحمد اللہ بندہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، جس میں دیگر علماء شیعہ کے علاوہ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ کے استاد آیۃ اللہ سید حسن صدر الدین الموسویؒ کا فتویٰ بھی شامل ہے۔

## تحریک پاکستان میں شیعہ زعماء کا کردار

یہ بات تاریخی حقیقت رکھتی ہے کہ پاکستان میں تحریکِ ختم نبوت میں تمام مکاتب فکر کے علما اور زعماء نے مل کر بھرپور حصہ لیا۔ جب برصغیر کی پوری ملت اسلامیہ اپنے حقوق کی بازیابی، غاصب حکمرانوں سے نجات اور علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کی جدوجہد میں مصروف عمل تھی، اس وقت شیعہ مسلمانوں نے دیگر مکاتب اسلامیہ کے شانہ بشانہ بے دریغ قربانیوں کے ذریعے وطن عزیز کی بنیادیں اپنے لہو کے ساتھ استوار کیں۔

جب تحریکِ پاکستان میں قیادت کی فراہمی کا دشوار مسلہ سامنے آیا تو محمد علی جناح سامنے آئے جو بانی پاکستان اور مسلمانوں کے نجات دہندہ بن گئے۔جب تحریکِ پاکستان کو سرمائے کی ضرورت پڑی تو راجہ صاحب محمود آباد جیسی شخصیات نے دست تعاون دراز کیا اور اس خطے کے قیام واستحکام کی بقاء کے لئے بے دریغ اپنا سرمایہ صرف کیا۔

۔جب کبھی علمی وفکری میدان میں دفاع وطن کا مقام آیا تو علمائے شیعہ نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں سے نہ صرف وطن عزیز بلکہ امت اسلامیہ کا دفاع کیا۔۔یوں یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلتا رہا۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان شیعہ کانفرنس، اس کے بعد ادارۂ تحفظ حقوق شیعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔۔قرارداد مقاصد کی تدوین میں شیعہ علماء کا کردار اور ۱۹۴۹ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان کے دور حکومت میں تعلیمات اسلامیہ بورڈ میں شیعہ علماء کی خدمات بھی اظہر من الشّمس ہیں۔

۔جنوری ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے اسلامی دستور کی ۲۲ نکاتی دستاویز مرتب کی جس میں شیعہ علماء نے بھرپور نمائندگی کی ۔اور ۱۹۷۱ء میں اسلامی مشاورتی کونسل میں شیعہ علماء کا بے مثال کردار بھی ہر صاحب فکر ونظر کے سامنے ہے۔ لیکن ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ان حقائق کے باوجود زمانہ حاضر کے ناصبی بڑی ہٹ دھرمیسے شیعہ خیر البریّہ کو ختم نبوّت کا منکر قرار دینے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔

## تحریک ختم نبوت میں شیعہ زعماء کا کردار

جب پاکستان میں سیاسی، ثقافتی اور دوسرے معاشرتی معاملات میں قادیانیوں کی مداخلت بڑھی اور اُنھوں نے پاکستانی سیاست میں اپنی سامراج پسندانہ سرگرمیاں تیز کردیں تو تمام مسلمان علمائے دین نے اس فتنے کے خلاف علَم جہاد بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ مکاتب فکر اکٹھے ہوئے اور قادیانیوں کے خلاف تحریکِ چلی جسے تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کہا جاتا ہے۔(8)

شروع ہی سے تحریکِ ختم نبوّت میں ہر جگہ شیعہ علماء پیش پیش رہے ہیں۔۔ تحریکِ ختم نبوّت میں پہلا نام علامہ السید علی الحائری قدّس سرّہ کا آتا ہے۔جنھوں نے اپنے علمی دلائل وبراہین کے ذریعے مرزائیت کی ڈٹ کر مخالفت کی اور میرزا احمد قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں سرکار

علامہ موصوف کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں۔ ضمیمہ اعجاز احمد کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ مولوی حائری صاحب شیعہ وغیرہ بھی مخاطب ہیں جن کا نام رسالے میں مفصل درج ہے۔۔

علامہ مرزا یوسف حسینؒ نے قادیانیوں کے مناظر ابوالعطا جالندھری اور دوسرے قادیانیوں سے متعدد مناظرے کئے جن میں ایک مناظرہ مہت پور ضلع ہوشیار پور میں منعقد ہوا اور انہیں شکست فاش دی۔ اس مناظرہ کی روئیداد تحریری مناظرہ مہت پور کے نام سے مکتبۃ الفرقان ربوہ سے شائع ہو چکی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت میں علامہ حافظ کفایت حسین نائب امیر تھے جبکہ مولانا ابوالحسنات امیر تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے منصب امارت سنبھالا تو حافظ صاحب نائب امیر رہے اور مشہور شیعہ رہنماء جناب مظفر علی شمسی صاحب اور مولانا سید اظہر حسن زیدی مرکزی رکن رہے۔علامہ حافظ کفایت حسین کی وفات کے بعد جناب مظفر علی شمسی نائب امیر منتخب ہوئے ،جبکہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر ہوئے ۔ زعیم ملت آغا مرتضیٰ پویا صاحب تحریک ختم نبوت میں ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۶ء تک شامل رہے۔ کچھ ناگزیر وجوہات کی بناپر آغا صاحب کو اس تحریک سے الگ ہونا پڑا۔

## ذرائع ابلاغ کی روشنی میں تحریک ختم نبوت میں شیعہ زعما کی سرگرمیاں

ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ایڈیٹر مولانا تاج محمود ۵؍ مئی ۱۹۷۸ء جلد؍ ۱۵ شمارہ؍ ۶ ص؍ ۱۶ کے مطابق زیر عنوان مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے جناب ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ اور شیخ اظہار الحق ایڈووکیٹ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دعوت دی گئی جس میں ممتاز علماء و وکلاء اور دوسری دینی جماعتوں کے کئی رہنما شریک ہوے، جن میں سے مولانا ملیک الرحمٰن صدر علماء کونسل لاہور (بریلوی) مولانا ع غ کراروی (شیعہ)۔۔۔۔۔ اس نے اجتماع سے خطاب کیا۔ اسی طرح ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۴ نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳، ۲۲ اور ۲۵ جون ۱۹۷۶ء ص ۴، ۳ پر زیر عنوان , مجاہد ختم نبوت سید مظفر علی شمسی تحریر ہے۔۔

۱۹ جون ۱۹۷۶ء کو تحریک آزادی کے نامور مجاہد شمع ختم رسالت کے پروانے اور اتحاد بین المسلمین کے علمبردار سید مظفر علی شمسی اس دار فانی سے رحلت کرکے اپنے خالق حقیقی سے جاملے ۔ انہوں نے اس تحریک آزادی کے علاوہ تحریک ختم نبوت میں زندگی بھر حصہ لیا۔ وہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاریؒ کے رفقاء میں سے تھے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب صدر تھے۔ شمسی صاحب مرحوم ختم رسالت کے زبردست شیدائی اور فدائی تھے اس میدان میں بھی شمسی صاحب مرحوم نے حضرت شاہ صاحب مرحوم کے شانہ بشانہ بڑی قربانیاں دیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی وہ صف اول کے رہنماؤں میں تھے۔

نیز ص ۱۴ پر لکھا ہے: مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت مولانا تاج محمود کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک وفد نے جس میں مولانا اللہ وسایا مولانا کریم بخش اور دوسرے بیسیوں کارکن شریک تھے تحریک ختم نبوت کے مجاہد جناب سید مظفر علی شمسی کے جنازہ میں شرکت کی اور ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔"

شیعہ اکابرین کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں انتھک محنتیں دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو؛ ہفت روزہ لولاک ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء ص ۲۰، ۱۹ زیر عنوان "مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سرگرمیاں بیانات قرار دیں۔اسی طرح ۹؍ دسمبر ۱۹۷۷ء ، ص ۲۴ ،زیر عنوان "۲۵ ویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوّت کانفرنس" ان کے علاوہ "ہفت روز چٹان لاہور" کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوّت میں گوجرانوالہ ہیں ایک بڑا جلسہ مدرسہ نصرت العلوم کی جامع مسجد نور میں مولانا سید یوسف بنوری بانی و مہتمم الجامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے حتی کہ سید محبوب علی شمسی اور ع غ کراروی جن کا تعلق شیعہ مکتب فکر سے تھا انھوں نے بھی خطاب کیا۔

ماہنامہ نصرت العلوم جنوری ۲۰۱۰ء گجرانوالہ ص ۵۱، جسٹس منیر رپورٹ میں شاہد ہے کہ اہل تشیّع نے انفرادی اور اجتماعی طور پر تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۔شیعہ علماء اور زعما نے نہایت خلوص اور مکمل یکجہتی سے جو ایمان افروز کردار ادا کیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔۔

۱۹۷۴ء میں جو قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اس وقت جناب مظفر علی شمسی صاحب تحفظ ختم نبوّت کے سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے تھے مرکزی ارکان میں جناب علی غضنفر کراروی صاحب (جو اب بھی تحریک ختم نبوّت کے تاحیات مرکزی نائب امیر ہیں) اور مولانا ملک مہدی حسن صاحب وغیرہ شامل تھے۔۔ جب کوئی خصوصی کنونشن یا ملک گیر اجلاس ہوتا علمائے شیعہ صف اول کے مقررین میں نظر آتے اور قومی اسمبلی میں بھی بڑی گھن گرج کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا شیعہ نقطہ نظر سے مرزائیت کے کفر پر ناقابل تردید دلائل پیش کئے تھے۔۔

۲جون ۱۹۵۲ء میں تھوسوفیکل ہال کراچی میں مولانا لال حسین اختر کی طلب کردہ ''آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس'' ہو یا ''آل ڈریکز مسلم کنونشن کا بورڈ'' ۱۳جولائی ۱۹۵۲ء کو مسٹر محمد ہاشم گزدر کے مکان پر ہونے والا اجلاس ہو یا ۱۳جولائی کو برکت علی محمڈن حال میں مذہبی جماعتوں کا کنونشن، تمام مذہبی جماعتوں کی مجلس عمل ہو یا سکولوں کالجوں اور جیلوں میں مرزائیوں کے خلاف اور دینیات پر لیکچر دینے کے معاملہ پر گرفتاریاں، ۲۰جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان میں ہونے والے واقعے کے احتجاج ہو یا ۱۴اگست ۱۹۵۲ء کو وزیر اعظم سے ملاقات، ۱۹ اگست کو ملتان کا جلسہ ہو یا ۲۳اگست کو لاہور کا جلسہ عام، ۲۸ستمبر کو سمندری کو جلسہ عام ہو یا ۱۴تا۱۸جنوری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں ہونے والا آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اور مجلس عمل کا انتخاب، ۲۰فروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلی سے ملاقات کرنے والا وفد ہو یا ۲۲فروری کو خواجہ ناظم الدین سے ملاقات، ۲۴فروری کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ ہو یا اس کے بعد ہونے والی گرفتاریاں، غرضیکہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کے آغاز سے لیکر پارلیمنٹ میں مرزائیوں کی شکست اور انہیں کافر قرار دینے تک، ہر مقام پر شیعہ علمائے کرام اور نمائندگان نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

اس کے متعدد ثبوت تحریک ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا کی مرتب کردہ تازہ کتاب ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' میں موجود ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۶، ۱۵پر واضح تحریر ہے کہ ۱۴جون ۱۹۷۴ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا جس میں جناب مظفر علی شمسی نے بطور نائب صدر شرکت فرمائی، رئیس الحفاظ مولانا حافظ کفایت حسین اور علامہ مفتی جعفر حسین پہلے ہی اس کارواں کے روح رواں تھے، اسی طرح دیگر مقامات پر بھی شیعہ رہنمائوں کی خدمات کا ذکر موجود ہے یوں یہ عظیم تحریک بھی شیعہ کے بغیر نامکمل نظر آتی ہے۔

تمام امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو بھی نبی مکرم ﷺ کی توہین و گستاخی کرتا ہے وہ واجب القتل ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے پوچھا گیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''یقتله الادنی فالادنی قبل أن یرفع الی الامام''

یعنی: ''کہ جو بھی اس (گستاخی کرنے والے) کے قریب تر ہو، اسے قتل کردے قبل اس کے کہ امام کے پاس معاملہ آئے۔'' (9) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

یہی وجہ تھی کہ پیپلز پارٹی کی ایم این اے شیری رحمٰن کی طرف سے امتناع توہین رسالت قانون میں ترمیم کرنے کے لیے پارلیمنٹ میں بل جمع کرانے کے بعد دینی طبقات میں تشویش کی لہر دوڑ گئی جس کے بعد مختلف دینی جماعتوں نے آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنسیں منعقد کیں سب سے بڑی کانفرنس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اسلام آباد کے ڈریم لینڈ ہوٹل میں ۱۵؍ دسمبر ۲۰۱۰ء میں منعقد ہوئی جس میں علامہ سید ساجد علی نقوی سمیت دیگر شیعہ علماء نے شرکت کی، جس میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا، اور درج ذیل مطالبات پیش کئے گئے۔

(۱) آسیہ مسیح کیس میں عدالتی پروسیجر میں مداخلت نہ کی جائے۔
(۲) وزیراعظم اسمبلی کے فلور پر قانون میں کسی قسم کی ترامیم نہ کرنے کا اعلان کریں۔
(۳) وزیر اقلیتی امور کی سرکردگی میں قائم کی گئی کمیٹی ختم کی جائے۔
(۴) شیری رحمٰن بل اسمبلی سے واپس لیا جائے۔

مطالبات تسلیم کرانے کے لیے ۲۴ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر یوم احتجاج منایا گیا جس میں تمام اسلامی مکاتب فکر کے علماء کرام نے یوم احتجاج میں بھرپور شرکت کی اور حکمرانوں پر واضح کیا کہ قانون امتناع توہین رسالت میں کسی قسم کی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی۔ ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔

۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں تحریکِ ناموس رسالت کے زیر اہتمام احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کرکے قانون کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔ آل پاکستان تحفظ ناموس رسالت کانفرسوں میں شیعہ راہنماؤں نے شرکت فرما کر آئندہ کا لائحہ عمل پیش کیا اور مطالبات پیش کئے۔

☆☆☆☆☆

## حوالہ جات

---

1۔اصل الشیعہ واصولھا، ص ۸۸۔ طبع نجف
2۔ علل الشرائع، باب ۱۰۱، ص ۱۲۴، طبع نجف)
3۔ ''احتجاج طبرسی، ص ۸۰، طبع قدیم نجف، طبع جدید، ج ۱، ص ۲۲۰، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۲۰، باب ۳۵، ماکتب الرضا للمؤمن، طبع تہران''
4۔الکافی، مقدمہ، ص ۹
5۔اصول کافی کتاب الحجہ باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث جلد ۱ ص ۱۷۷''
6۔اصول الکافی جلد ۱ ص ۲۶۴ کتاب الحجۃ باب جہات علوم الائمۃ علیہم السلام۔
7۔اصول کافی کتاب الحجۃ باب فی ان الائمۃ بمن یشبھون ممن مضی ج ۱ ص ۲۶۹ )
8۔آئینہ قادیانیت از مولانا اللہ وسایا نظر ثانی مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مقدمہ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، ص ۱۱۳ زیر عنوان ''پاکستان اور قادیانیت'' طبع لاہور۔
9۔الکافی، جلد ۷، ص ۲۱۱، تہذیب الاحکام، جلد ۱۰، ص ۵۶۰، وسائل الشیعہ، جلد ۲۸، ص ۳۳۷، حدیث ۳۴۸۹۸۔